سید محمد معاویہ بخاری

مستقبل کا منظر نامہ

صورت حال یہ ہے کہ دل ڈرتا ہے' ایک دوسرے کو تسلیاں دیتے اور سب اچھا کی نوید سناتے ہوئے' لوگ ایک دوسرے سے آنکھیں چرانے لگے ہیں۔ آرزوؤں اور تمناؤں کی بے کفن لاشیں کھسیانی ہنسی اور بے روح قہقہوں تلے دفن کرنے کا ہنر سیکھنے لگے ہیں۔ احوال شناس ملتے ہیں تو حوصلہ دیتے اور کندھے تھپتھپاتے ہوئے ان کی آنکھیں بھی ڈبڈبا جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ میڈیا پر حسنِ جاناں کے قصیدے پڑھنے والے مدح خوانوں کی پنچم و نکھاد کو چھوتی بلند آہنگ تانیں بھی اب رکھب و گندھار کے دھیمے پن میں غروب ہونے لگی ہیں اور تھکے ماندے سراسیمہ لہجوں کا بے سُرا پن صاف محسوس ہونے لگا ہے۔ وطن عزیز کی فضاؤں میں پھیلے خوف و دہشت، سراسیمگی اور مایوسی کے منظر جتنے اب ہیں' پہلے کبھی نہیں دیکھے گئے۔ ایسا سناٹا طاری ہے کہ ڈولتی نبضوں کے ارتعاش کے سوا کوئی آہٹ سنائی نہیں دیتی۔ دوسری طرف کئی دنوں سے اخبارات و جرائد اور الیکٹرانک میڈیا پر ایسی تشویش ناک خبریں ایک تسلسل سے آرہی ہیں جو اپنے سیاق و سباق کے اعتبار سے نہ صرف خطرناک ہیں بلکہ ہماری علاقائی صورت حال اور ملکی سلامتی کے پیش نظر فوری اقدامات کی متقاضی ہیں۔ لیکن ہماری شریانوں کا منجمد خون ابھی تک نہیں پگھلا، ہماری خارجی، داخلی پالیسیوں کے تیور ابھی تک نہیں بدلے، ہمارے فکر و نظر کے اوزار ابھی تک عزم و ہمت کی سان پر تیز دھار بنتے نظر نہیں آرہے۔ نائن الیون سے لے کر سیون سیون تک اور اب اس کے بعد بھی جہاد اکبر کی قربان گاہ میں نذر و نیاز ادا کرنے کے جتنے مرحلے ہم نے طے کیے ہیں اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ اب صرف یہ کہہ کر قوم کو نہیں بہلایا جاسکتا کہ ہم نے جو کچھ اقدامات کیے ہیں وہ ہمارے اپنے مفاد میں ہیں۔ کوئی اقرار نہ کرے تو الگ بات ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ بعض حکومتی ارکان کو بھی تسلیم کرنا پڑ رہا ہے کہ ہماری تمام پالیسیاں درست نہیں ہیں۔ اب یہ اعتراف بھی ہونے لگا ہے کہ پاکستان کو مذہبی، سیاسی اور معاشی حوالہ سے جتنا نچوڑا جاسکتا ہے' نچوڑ لیا گیا اور اس انعام کی پہلی قسط ملی ہے تو وہ بھی دو عدد استعمال شدہ ایف ۱۶ طیاروں کی صورت میں' حالانکہ کشمیر سے لے کر مدارس تک اپنی قومی پالیسیوں کو روندنے اور پامال کرنے کی مشق ہم سے کرائی گئی ہے اور اقتصادی و دفاعی معاہدے پڑوس میں بیٹھے ہمارے وجود کے دشمن سے کیے گئے ہیں۔ ہمیں مجبور کیا گیا ہے کہ گندم، پیاز سے لے کر گوشت، کپڑے اور سوئی تک بھارت سے منگوائی جائے مگر آزادیٔ کشمیر اور بگلیہار ڈیم کے معاملہ پر خاموش رہیں اور دوطرفہ تعلقات کی بنیاد کھلی تجارت کے اجازت ناموں پر رکھی جائے۔

ہمیں مجبور کیا جارہا ہے کہ بھارت سے دوستانہ تعلقات کی راہ میں اب پاک چین دوستی کا کوئی حوالہ بھی آڑے

نہیں آنا چاہیے۔ ۸/اگست کی شب ایک پرائیویٹ ٹی وی چینل کے پروگرام ''کامران خان شو'' میں ''آج کی بڑی خبر'' کے عنوان سے دو اہم خبروں پر ماہرین کے تبصرے پیش کیے گئے ہیں۔ ان میں بھارتی فضائیہ کے سربراہ کا بیان سب سے اہم خبر کے طور پر سرفہرست تھا۔ کامران خان کے بقول بھارتی فضائیہ کے سربراہ نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ امریکہ اور بھارت نومبر ۲۰۰۵ء کے دوران مقبوضہ کشمیر میں مشترکہ فوجی مشقیں کریں گے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جنوری ۲۰۰۶ء میں برطانیہ بھی مقبوضہ کشمیر میں بھارت کے ساتھ فوجی مشقیں کرے گا۔ ایک اور اخباری اطلاع کے مطابق بھارت کا اسرائیل کے ساتھ بھی فوجی مشقیں کرنے کا پروگرام طے پا گیا ہے۔ ہمارے پڑوس میں کھیلے جانے والے اس خطرناک کھیل کے نتائج کیا ہو سکتے ہیں؟ اس بارے معروف دفاعی تجزیہ نگار لیفٹیننٹ جنرل (ر) طلعت مسعود جو عموماً حکومتی پالیسیوں کے تائید کنندہ اور مداح رہے ہیں، نے اس خبر پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ خبر اپنی نوعیت کے اعتبار سے انتہائی تشویش ناک ہے۔ حکومت کو اس کا سختی سے نوٹس لیتے ہوئے امریکہ اور برطانیہ سے وضاحت طلب کرنی چاہیے۔ اگر امریکہ اور برطانیہ بھارت کے ساتھ مل کر مقبوضہ کشمیر میں فوجی مشقیں کرتے ہیں تو اس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ اب دونوں کے نزدیک کشمیر متنازعہ علاقہ نہیں رہا اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بھارت کشمیر کو غیر متنازعہ علاقہ تسلیم کرانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ جناب طلعت مسعود نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ آثار یہی نظر آرہے ہیں کہ امریکہ نے بھارت کو نیوکلیئر ٹریٹی سائن نہ کرنے کے باوجود ایٹمی طاقت کے طور پر قبول کر لیا ہے۔ یہ صورت حال پاکستان کے حق میں ہرگز نہیں ہے۔ اس سے نہ صرف پاکستان کی سلامتی کو خطرات لاحق ہو گئے ہیں بلکہ مستقبل میں چین کے لیے بھی مسائل کھڑے ہوں گے جو پاکستان کا قریبی دوست ہے۔ لیفٹیننٹ جنرل (ر) طلعت مسعود نے مقبوضہ کشمیر میں مشترکہ فوجی مشقوں کے حوالہ سے مزید کہا کہ امریکہ کی طرف سے پاکستان کو یہ پیغام دیا گیا ہے کہ اب اس کی ہمدردیاں اپنے مفاد کے تحت مکمل طور پر بھارت کے ساتھ ہیں۔ میڈیا پر اس خبر کے آنے کے بعد گو کہ امریکہ و برطانیہ نے اس کی رسمی اور مبہم تردید بھی کر دی ہے مگر یہ سوال اپنی جگہ پھر بھی باقی رہ جاتا ہے کہ بھارتی فضائیہ کے سربراہ نے یہ بیان کس تناظر میں دیا ہے؟ اگر امریکہ اور برطانیہ اس کی تردید کر رہے ہیں تو پھر انہیں اس کی وضاحت بھی کرنا چاہیے کہ بھارت کے ساتھ بڑھتے ہوئے تعلقات کی نوعیت کیا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ پاکستان حکومت کی عارضی دلجوئی کے لیے ایک رسمی سی تردید جاری کر کے محض وقت گزاری کی گئی ہو اور معاملہ کو نومبر تک خوش فہمیوں میں الجھائے رکھنے کی پالیسی اختیار کی گئی ہو۔ یعنی جب نومبر آئے گا، مشقیں آغاز ہو جائیں گی۔ تب کی تب دیکھی جائے گی؟

بھارتی فضائیہ کے سربراہ کے بیان پر دفاعی تجزیہ نگار جناب طلعت مسعود صاحب کا تبصرہ اپنی جگہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ جس پر سنجیدگی کے ساتھ غور کیا جانا چاہیے۔ لیکن صورت حال یہ ہے کہ ارباب اختیار اپنی پوری توانائیاں

دہشت گردی اور انتہا پسندی کی امریکی مہم پر مرکوز کیے ہوئے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف ہمیں اس دلدل میں پھنسا کر بھارت کو علاقہ کی تھانیداری سونپنے کے اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ گزشتہ ماہ بھارتی وزیراعظم من موہن سنگھ نے اپنے دورۂ امریکہ میں ایک بار پھر پاکستان پر دہشت گردوں کی پرورش کرنے اور سرحد پار دہشت گردی جاری رکھنے کے الزامات عائد کیے تھے۔ من موہن سنگھ نے عالمی میڈیا کے سامنے پاکستان کے کردار اور بالخصوص پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے ہوئے جس طرح مشکوک بنایا' وہ اس بات کا غماز ہے کہ بھارت عالمی سطح پر پاکستان کو غیر معتبر بنا کر امریکہ و مغرب کی حمایت حاصل کرنا چاہتا ہے اور اسے اپنے مقصد میں اس حد تک کامیابی ضرور مل گئی ہے کہ اب امریکہ کے ساتھ مغرب نے بھی پاکستان کو دہشت گردی کا مرکز قرار دینا شروع کر دیا ہے۔

کامران خان کے پروگرام میں ہی دوسری اہم خبر یہ بتائی گئی کہ امریکہ کی ہارورڈ یونیورسٹی میں نفسیات کے ایک پروفیسر اور عالمی امور کے ماہر جیری بیسٹن (Jerry Bestin) (جو امریکہ خفیہ ادارے سی آئی اے کے لیے بھی خدمات انجام دے چکے ہیں اور دہلی میں بھی متعین رہے ہیں) کی مرتب کردہ تحقیقاتی رپورٹ سامنے آئی ہے جس میں جیری بیسٹن نے بڑے واضح الفاظ میں بتایا ہے کہ دنیا بھر میں دہشت گردی کے واقعات میں ملوث افراد دینی مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء نہیں تھے۔ جیری بیسٹن لکھتے ہیں کہ میری تحقیق کے مطابق نائن الیون کے بڑے واقعات سمیت کسی بھی دہشت گردی کے واقعہ میں دینی مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے غریب طلباء نہیں تھے بلکہ ان کی اکثریت امریکہ اور مغرب کے اعلیٰ تعلیمی اداروں سے تعلیم یافتہ اور انتہائی متمول گھرانوں سے تعلق رکھتی ہے۔ جیری بیسٹن نے اسامہ بن لادن اور ڈاکٹر ایمن الظواہری کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ان میں سے ایک انجینئر اور دوسرا ڈاکٹر ہے۔ اسی طرح نائن الیون کے واقعات میں ملوث اور ماسٹر مائنڈ بتائے جانے والے شخص ''عطاء'' کے بارے میں جیری بیسٹن کا کہنا ہے کہ وہ امریکی یونیورسٹی کا تعلیم یافتہ شخص تھا۔ جبکہ امریکی صحافی ''ڈینئل پرل'' قتل کیس میں ملوث شیخ عمر نے لندن کالج آف اکنامکس سے ڈگری حاصل کی تھی۔

امریکی صحافی جیری بیسٹن کی رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے بی بی سی ڈاٹ کام کے عدنان اظہر نے کہا کہ یہ رپورٹ خود اس بات کی دلیل ہے کہ پاکستان کے دینی مدارس اور مسلمانوں پر ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت دہشت گردی کے الزامات عائد کیے جا رہے ہیں۔ حالانکہ آج تک یہ بات ثابت نہیں ہوسکی ہے کہ دینی مدارس سے تعلیم یافتہ کوئی شخص دہشت گردی کے کسی واقعہ میں ملوث رہا ہو لیکن امریکہ اور برطانیہ کی جانب سے مدارس پر پابندی لگانے کے لیے دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔ سوال یہ نہیں کہ پاکستان کے دینی مدارس دہشت گردی کی تعلیم دے رہے ہیں یا نہیں اور دہشت گردی میں ملوث افراد کا تعلق دینی مدارس سے ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم خود اپنے مدارس کے خلاف کارروائی اور

دینی تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کو ملک بدر کرنے کے اعلانات کر کے اقرار کر رہے ہیں کہ مدارس کا کردار واقعی مشکوک ہے۔ جبکہ امریکہ و مغرب کی وضع کردہ نئی ڈاکٹرائن کے مطابق مسلمان جہاں کہیں بھی بستے ہیں، وہ انتہا پسند ہیں اور ان کا ناطقہ بند ہونا ضروری ہے۔

ان دونوں خبروں کا حاصل یہ ہے کہ پاکستان کے خلاف ایک خطرناک عالمی سازش تیار ہو چکی ہے اور جس پر مرحلہ وار عملدرآمد بھی شروع ہو چکا ہے۔ اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل مندوب جناب مسعود خان نے اپنے انٹرویو میں کہا ہے کہ پاکستان اور مسلمانوں کے خلاف ایک مخصوص گروہ سرگرم عمل ہے جو عالمی سطح پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پراپیگنڈہ کر رہا ہے۔

مندرجہ بالا خبروں کے تناظر میں دیکھا جائے تو پاکستان کی مشکلات مزید بڑھتی دکھائی دے رہی ہیں۔ اربابِ اختیار نے اگر اپنے لوگوں کے تحفظ کے لیے فوری طور پر راست اقدامات نہ کیے اور حالیہ دنوں جاری ہونے والے غیر مناسب فرمانوں اور ان کے تحت تیار ہونے والی پالیسیوں کا ازسرنو جائزہ لے کر صحیح سمت متعین کرنے کی کوشش نہ کی تو شاید بہت جلد کچھ اور فرمائشیں بھی موصول ہو جائیں گی اور موجودہ پالیسیوں کی حکمت عملی کے تحت ہمیں انہیں بھی پورا کرنا پڑے گا۔ ہمیں مستقبل کا منظر نامہ یہی بنتا نظر آ رہا ہے۔ مسعود اوکاڑوی کے بقول:

صبح کے بعد وہی شام مرے سامنے ہے
منطقی طور پر انجام مرے سامنے ہے